جلد ۴

نمبر ۴

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور چاہئیے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور یہی لوگ ہیں بامراد

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے ؏ (دو روپیہ) اور طلباء سے عہ (ایک روپیہ آٹھ آنے)

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۷ ہجری مقدس — مطابق اپریل و مئی ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینجر تشحیذ الاذہان ۱۴ - ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوا

بقیہ رسیدات زر ماہ صفر ۱۳۲۷ھ

میاں محمد الدین صاحب گھجار چندہ لائبریری ۱۲/
۶۳۷ - مولوی الٰہی بخش صاحب عه/
۶۳۸ - محمد اشفاق حسین صاحب عه/
۶۴۰ - عبد الحق صاحب عه/
۵۶۹ - مولوی محمد صغیر صاحب عه/
۶۴۱ - مولوی نور محمد صاحب عه/
۶۴۲ - میاں نظام الدین صاحب عه/
شیخ محمد تیمور صاحب چندہ ممبری سے/
۶۴۳ شیخ عبد الحق صاحب عه/
۶۴۴ - شیخ غلام محمد صاحب عه
۶۴۵ - شیخ عبد الرحیم صاحب عه/
۶۴۶ - چودھری نصر اللہ خان صاحب عه/
۶۴۷ - میاں سلطان محمد صاحب ع
۶۴۸ محمد علی صاحب عه
۴۷۱ - منشی غلام حیدر صاحب عه/
۶۴۹ - بابو عطا محمد صاحب عه/
۶۵۰ امیر الدین احمد صاحب عه/
۵۶ - مولوی عالم دین صاحب عه/
۶۵۲ - مولوی محمد حسین صاحب عه/
۶۵۳ - میاں محمد بخش صاحب عه/

۶۵۴ - میاں محمد اسمٰعیل صاحب عه/
۶۵۵ - شیخ فتح دین صاحب عه/
۶۵۶ بابو غلام حسین صاحب عه/
۶۵۷ - منشی محمد علی صاحب عه/
چودھری ضیاء الدین صاحب (چندہ ممبری) عه/
بابو غلام محمد صاحب د ۱۲/
۵۷۵ - سید محمد صاحب عه/
عبد الغنی صاحب قیمت رسالہ ۴/
۶۸۵ رحمت اللہ صاحب عه/
۶۵۹ - چودھری عبد اللہ خان صاحب عه/
۶۶۰ - میاں امام الدین صاحب عه/
۶۶۱ - میاں محمد دین صاحب عه/
۶۶۲ - شیخ محمد حسین صاحب عه/
۶۶۳ - منشی جان محمد صاحب ع/
۶۶۴ - میاں دین محمد صاحب عه/
۶۶۵ - میاں مسعود احمد صاحب عه/
۳۳۲ - نور الدین صاحب عه/
۶۵۱ - منشی محمد یعقوب خان صاحب عه/
شیخ میاں محمد صاحب (چندہ ممبری) عه
۶۶۶ - منشی احمد دین صاحب عه/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

علم اور دولت

بابو برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ (جو انجمن تشحیذ الاذہان کے بھی ممبر ہین) نے انجمن تشحیذ الاذہان کے تیسرے سالانہ جلسہ پر سنانیکے لیئے ذیل کا مضمون لکھا تھا۔ چونکہ یہ مضمون سالانہ جلسہ پر پڑھا نہین گیا اسلیئے بابو صاحب مذکور نے رسالہ مین شایع کرنیکے لیئے بھیجا ہے لہذا ذیل مین اصل مضمون درج کیا جاتا ہے امید ہے کہ ناظرین اسکو پڑھکر فائدہ اٹھائینگے۔ (جائنٹ اڈیٹر)

(جائنٹ ایڈیٹر)

اَشْهَدُ ان لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اما بعد فاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ (البقرہ - ع ۳۷)

فی زمانہ ترقی اسلام کے واسطے اس ملک ہند مین طرح طرح کی کمیٹیان بنائی جارہی ہین اور آئے دن جلسے ہوتے رہتے ہین مگر اللہ تعالےٰ کا شکر اور احسان ہے کہ ہمین انجمن احمدیہ قائم کرنے کی تکلیف گوارا کرنی نہین پڑی بلکہ اللہ تعالےٰ نے خود اپنے فضل وکرم سے حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

بطور بنیاد مستحکم کرکے اس پہ اس سلسلہ عالیہ کو کھڑا کیا ہے وہ ایک جڑ اور بنیاد ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے جو کبھی ضایع نہیں ہو سکتی وہ خود اس کی آبپاشی کریگا اور روز افزون ترقی کے ساتھ تا قیامت اسکو قایم رکھیگا۔ یہ مجمع متبعین کا اسی جڑ کی بار آوری کا ثبوت ہے یہ اسی جڑ سے ایک درخت پیدا ہوا ہے جس کی بیشمار شاخیں ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسکا تنہ ہیں حضرت امام علیہ السلام کی دنیوی زندگی میں براہ راست آپ سے فیض ملتا تھا مگر اب ہم اس تنے کی وساطت سے اس جڑ تک پہنچ سکتے ہیں وہ ظاہری نظروں سے زمین میں گم ہے لہٰذا اب تنے کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے سے کامیابی ہو سکتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گو یہ جڑ اور اوس پر یہ درخت خود اللہ نے قایم کیا ہے مگر یہی اسکا قانون ہے کہ جو شاخ کافی سرمایہ زندگی کا جڑ سے بہم نہیں پہنچاتی وہ خشک ہو جاتی ہے اور بالآخر کاٹ دیجاتی ہے پھر ہمیں ہمیشہ اس فکر میں رہنا چاہیے کہ ہمارا تعلق اس سے الگ نہ ہو جائے اور ہر وقت دست بدعا رہنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ ہماری مدد کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس رشتہ اتحاد کو قایم رکھیں کیونکہ اس کی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا؛

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ دوسری انجمنیں کہاں تک مفید کام میں مصروف ہیں اللہ تعالےٰ علیم خبیر ہے وہ ہر شخص کی نیت کو جانتا ہے اور کسی کی سعی کو ضائع نہیں کرتا جہاں تک اسکو منظور ہے وہ انکو متمتع کریگا مگر اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کو پہچان لیا اور اس کے ساتھ ہی یہ تفہیم حاصل کر لی کہ جو طریقہ آپ نے بتایا ہے۔ اسی پہ چلنے سے ہم دین اور دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں ہماری نظر میں بھی دین اسلام میں بہت مفاسد پیدا ہوگئے ہیں

مگر حقیقی مفاسد سے وہی ذات پاک آگاہ ہو سکتی ہے جو علیمؒ بما فی الصدور اور علیٰ کل شیئ علیم ہے وہ اندرونی اور بیرونی مفاسد کی حقیقت سے واقف ہے۔ پس جو علاج اس نے بتایا ہے وہی اس درد کا درمان ہے جو شخص اس علاج کو استعمال نہیں کرتا وہ کامل طور پر صحتیاب نہیں ہو سکتا اس نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق ایک شخص کو اپنے پاس سے علم عطا فرما کر لوگوں کا امام اور ہادی مقرر کیا اسے حقیقی مفاسد سے آگاہ کیا تا لوگوں کو ان سے بچائے اور دین کو تازہ کرے اندرونی مفاسد کی اصلاح اس نے اس طرح سے کی کہ لوگوں کو حقیقی ایمان اور عمل صالحہ کی ترغیب دی اور متبعین کو صحیح ایمان اور حقیقی سنت رسول اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف کر دیا جس سے تمام اختلافات مختلف فرقوں سنی شیعہ اور وہابیوں کے مٹ گئے اور خداداد قوت سے ان میں مسلمانوں کی صفتیں پیدا کر دیں اور بیرونی مفاسد غیر مذاہب کے حملوں کی علم خداداد سے مدافعت کر دی قرآن شریف کی صحیح تفہیم سے انکی نکتہ چینیوں کو رد کیا۔ سائنس اور فلسفہ کے باطل عقاید کو طشت از بام کر کے اسلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اللہ تعالےٰ کے فضل سے اسوقت زمانہ معترف ہے کہ فرقہ احمدیہ حقیقی اسلام کا متبع ہے اور غیر مذاہب کے مقابلہ میں فرد ہے۔ حضور امام علیہ السلام کو جو نصرت مختلف طریقوں سے اشاعت اسلام میں اور اپنوں اور بیگانوں کے مقابلہ میں نصیب ہوئی وہ ایک لمبی تفصیل ہے غرض یہ ہے کہ مختلف انجمنوں کے جو سالانہ جلسے ہوتے ہیں ان میں عموماً اتفاق اور علم پر کثرت سے لیکچر اور وعظ ہوتے ہیں ان میں شک نہیں کہ ان ہر دو اصول کے حصول پر بہت کچھ انحصار ہے مگر اسوقت کہ اتفاق نفاق سے خالی ہو اور علم بے عمل نہ ہو اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ فرقہ احمدیہ کو اتفاق اتفاق پکارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے وہ صورت اتفاق کی ان میں پیدا کر دی ہے جو اعلیٰ

ترین ہے اور جو اس نے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق منہاج نبوت پر قایم کی ہے یعنی اسکو ایک ہی شخص کے زیر فرمان کر دیا ہے جبتک وہ اسکی متابعت کا اقرار نہ کریں احمدی نہیں کہلا سکتے مگر دوسری انجمنوں میں یہ حالت نہیں اول تو اکثر لوگ پیشوا بننے کی کوشش کرتے ہیں اور ایکدوسرے کو گرانے کی فکر میں رہتے ہیں اور دوئم عوام الناس ایک شخص کو یا ان سب کو دینی اور دنیوی معاملات میں حکم تسلیم نہیں کرتے اسلیئے ان میں اتفاق پیدا ہونا ناممکن ہے مگر اللہ تعالےٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان نقائص سے بری کر دیا ہے اور ہم سب کو ایک ہی شخص کے ماتحت کر دیا ہے جب تک ہم اس کی حکومت کو سر پر نہ لیں ہم احمدی نہیں کہلا سکتے اور جب تک ہم احمدی ہیں متفق ہیں اگر جزوی اختلافات ہوں بھی۔ تو وہ اسکے آگے پیش کرنے سے رفع ہو جاتے ہیں۔

اتفاق کی مختلف صورتیں پیش کی جاتی ہیں مگر حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ جب تک مسلمان اسلام کو مقتدر نہ بنائیں متفق نہیں ہو سکتے اسی طرح جہانتک دیکھا گیا ہے لوگ علم کی حقیقت سے نا آشنا ہیں جو کچھ علم پر دیئے جاتے ہیں ان میں دولت کمانے کا پہلو شامل ہوتا ہے علم دولت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اور اس غرض کو مد نظر رکھکر علم پر زور دیا جاتا ہے اسلیئے مجھے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اس موقعہ پر علم اور دولت کے مضمون پر کچھ بحث کیجائے۔

جو آیتیں میں نے قرآن شریف سے تلاوت کی ہیں ان میں پہلے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ طیب کمائی میں سے خرچ کرنا چاہیئے اور ایسی کمائی سے انفاق فی سبیل اللہ باعث ثواب نہیں ہو سکتا جسکے حاصل کرنے میں تم خود چشم پوشی سے کام لیتے ہو اس کے بعد وہ آیات ہیں جنکے یہ معنے ہیں کہ شیطان یعنے وہ قوت جو انسان کو بدی کی طرف راغب کرتی ہے وہ تم کو فقر

کی طرف لوٹاتا ہی اور فحشات کا حکم کرتا ہی اور اللہ مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ وسیع علم والا ہی وہ جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہی اور جو شخص حکمت دیا جاتا ہی وہ گویا بڑی دولت پاتا ہے اور اہل عقل ہی نصیحت پکڑتے ہین ؎

اس سو اگلی آیات میں پھر اللہ تعالےٰ کے رستہ میں خرچ کرنیکی ہدایت ہی اور فصاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اور کن موقعوں پہ اور کن لوگوں کے لئے خرچ کرنا چاہیئے۔ اِن ساری باتوں کی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں اسلیئے مین مضمون زیر بحث کے متعلق صرف مذکورہ دو آیات سو استدلال کرونگا۔ مجہول الکنہ امور مین ان کی ماہیت معلوم کرنے کی غرض سے باریک باتوں مین پڑنا بے سود ہے اور حق یہ ہے کہ انسانی ادراک بوجہ ضعیف ہونیکے انکی اصلی حقیقت کو نہیں پاسکتا یہ روحانی امور ہیں اور انکی حقیقی تفہیم اہل روحانیت کو ہی حاصل ہو سکتی ہے لہذا سمجھنے کے لیئے اتنا ہی کافی ہی کہ اس آیت میں شیطان اور اللہ دو لفظ ہیں شیطان شیط (بمعنی[۱] ہلاکت) سے نکلا ہے اور اللہ اسم ذات اس معبود حقیقی کا ہے۔ جو جامع کل کمالات حسنہ اور مالک صفات قدسیہ کا ہے اور جملہ عیوب اور نقائص سے منزّہ ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ شیطان اور رحمان دو الگ وجود ہین جو اس عالم کے مالک ہین اور مخالفانہ حکومت کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے جو مالک حقیقی کل کائنات کا ہے اور وہ واسع علیم ہے اور جس نے حکمت بالغہ سے یہ کارخانہ کائنات کا رچایا ہوا ہے انسان کے وجود مین دو قوتیں رکھدی ہیں ایک وہ جو بدی کی طرف راغب کرتی ہی اور دوسری وہ جو نیکی کی جانب ترغیب دلاتی ہے پس داعی الی الشّر کو شیطان سے موسوم کیا جاتا ہے اور داعی الی الخیر کو فرشتہ سے نامزد کیا جاتا ہے اور فرشتہ کی تحریک کو اللہ تعالےٰ اپنی طرف منسوب کرتا ہے اللہ تعالےٰ نے یہ امتحانی حالت انسان میں ودیعت کردی ہے اور اس لیئے اس ذات

[۱] یعنی ہلاک ہونیوالی اور خدا سو دور رہنیوالی خبیث روح۔

پاک پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا وہ واسع علیم ہے اور دنیا میں کوئی شخص اس سے زیادہ عالم نہیں اسے کمال علم حاصل ہے جس کے لئے کوئی انتہا نہیں اور انسان مخلوق ضعیف اور محدود ہونے کی حالت میں علم کمال کی نکتہ چینی نہیں کر سکتا وہ خود قاصر ہے پس اس کے الٰہی کاموں میں نکتہ چینی کرنا حماقت اور جہالت ہے شیطان کوئی الگ ایسا وجود نہیں جو ان معنوں میں خارجی ہو کہ فریب اور دھوکہ دہی کے لئے ہر شخص کے پاس بھاگا پھرتا ہے بلکہ وہ اسکے ساتھ ہی ہے اور سوتے جاگتے اس کے ہمراہ ہے ایسا ہی صفت جبریلی ہر ایک متنفس کے شامل حال ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا یعنے اللہ کریم نے نفس میں بدی اور نیکی کا الہام کر دیا ہے پس جس نے اسکو پاک کر لیا وہ فلاح پا گیا اور جس نے اسکو بگاڑ دیا وہ نامراد رہا اگر اللہ تعالےٰ جبریلی خصلت ودیعت نہ کرتا تو جائے اعتراض تھی مگر اس نے خیر اور شر دونوں قوتوں کو جمع کر کے انسان کو امتحان میں ڈالدیا ہے اور ایک تقدیر میں اسکو محصور کر دیا ہے یعنے اسکی جملہ اندرونی اور بیرونی قوتوں کی ایک حد بست کر دی ہے جس پر اسکو اطلاع نہیں دی اور اس شورش کے اندر اسکو اختیار دیدیا ہے کہ وہ نیکی کرے یا بدی کی طرف جھک جائے پس اسی تقدیر کے اندر وہ ذمہ وار ہے اور اپنے افعال کا جواب دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا ہے کہ انسان بدی میں حد سے زیادہ گزر جاتا ہے تو جبریلی طاقت اس سے سلب ہو جاتی ہے یہی معنے ہیں ختم اللہ علیٰ قلوبہم کے اور جب نیکی میں حد سے زیادہ گزر جاتا ہے تو بدی کی طاقت اس سے چھن جاتی ہے اور وہ نجات پا جاتا ہے چنانچہ حضرت ختم المرسلین والانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ میرا

ا؎ جس کو میں فرشتہ کے نام سے موسوم کر چکا ہوں (ن)

شیطان مسلمان ہوگیا ہے اگر شیطان ایک ہی اور ایسا خارجی وجود ہوتا کہ اس کے سوائے اور کوئی شیطان نہ ہوتا تو اس کے مسلمان ہونے پر چاہیے تھا کہ دنیا سے بدی اور شرارت اٹھجاتی اور لوگ کلہم مسلمان ہوجاتے کیونکہ بدی اور شرارت اور تفرقہ کا ہونا شیطان کے وجود سے ہی ہے مگر شر دنیا مین موجود ہے اور فرقہ بندی بھی ہے پس نتیجہ بہرحال یہی ہے کہ ہر شخص کے ساتھ جداگانہ اسکا تعلق ہے ہان اللہ تعالے نے دو راہین کھولدی ہین اور کسی کو ایک ہی حالت پر مجبور نہین کیا اور صاف کہدیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہین ان پر شیطان کا غلبہ نہین ہوسکتا۔

ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علم کو دولت پر بڑی فضیلت ہے مگر ہر دو کا مقابلہ کرنا اور پھر اس نتیجہ پہنچنا ہی ایک اہم کام ہے اور اولوالالباب کا ہی حصہ ہے الباب جمع لب کی۔ عقل خالص کو کہتے ہین جو ملاوٹ سے پاک ہو۔ اور خالص حقیقت اور باتنی ہو اسی لیے ہر ایک لب تو عقل ہو مگر ہر ایک عقل کو لب نہین کہسکتے اب اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اس بات سے صاحب لب ہی یعنے وہی لوگ جو حقیقت شناس ہین فائدہ اٹھا سکتے ہین جو حکمت یعنے دانائی کو کام مین لاتے ہیں دراصل

علم ہی بڑی دولت ہے اور اللہ واسع علیم کی طرف سے یہ بات کہ احکام الٰہی کی متابعت انسان کو اسکی مغفرت اور فضل کا وارث بنا دیتی ہے اور اتباع شیطان اسکو فقیر کر دیتی ہے اور فحشات مین پھنسا دیتی ہے ایک حکمت کی بات ہے محض اپنی کوشش سے صاحب لب ہونا امر محال ہے اللہ تعالے جسکو توفیق دے اور علم دے وہی صاحب لب ہوسکتا ہے مگر ایک مسلمان کے لیے راہ بڑی آسان ہے۔ وہ ذات باریتعالے کو تمام کمالات کا جامع اور کل نقصون سے پاک یقین کرتا ہے اور قرآن شریف کو اسکی منہ کی کلام جانتا ہے اور اس کے حبیب

حضرت محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسکا صادق نبی اور رسول مانتا ہو
پس جو ہدایت اس کتاب پاک مین مذکور ہے اور جو فعل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے کرکے دکھایا ہے اور جو کام اپنے قول سے اس کتاب مقدس کے ماتحت کرنیکا
حکم دیا ہے وہ عین منشاے الٰہی ہے وہی ہمارے لیئے مفید اور حکمت کی بات ہے
تمام احکام ہمارے ہی فائدہ کے واسطے ہین ورنہ ذات خداوندی اس بات کی محتاج
نہین کہ انسان کی نیکی سے اسکی فضیلت ہو اور اس کی بدی سے نعوذ باللہ
اس مین گھاٹا پڑے ہمارے افعال سے اسکی خدائی مین کوئی فرق نہیں آتا۔ کل
اوامر و نواہی ہماری بھلائی کے لیئے ہین جو اس نے محض اپنی ربوبیت اور رحمانیت
کے تقاضے سے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہدایت فرمائے ہین۔ یہ
اللہ تعالےٰ کا فضل ہے اسکے فضل کی قدر نہ کرنا اپنے آپکو خسارے مین ڈالنا ہے
اس سے صاحب لب ہی فائدہ اٹھا سکتے ہین یا وہ جنہیں اللہ توفیق دے مگر اللہ
سے توفیق چاہنے کے واسطے اسی کے قرار داده سے کوشش کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ
نے کسی سے بخل نہین کیا اور کسی فرد بشر سے یہ راستہ بند نہین کیا۔

اللہ تعالےٰ نے علم اور دولت ہر دو کے حاصل کرنے کے لئے ترغیب دی
ہے دولت کے حصول کے لئے اسطرح پر کہ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے۔ اگر
انسان کے پاس روپیہ نہ ہو تو وہ اس کے رستہ مین خرچ کیا کر سکتا ہے اور علم
کی اسطرح پر کہ اسکو یہ بتایا ہے کہ کن طریقوں سے کمانا چاہیئے اور کن موقعوں پر
خرچ کرنا چاہیئے اگر اسکو کمانے اور خرچ کرنیکے طریق کا علم نہ ہو تو بھی وہ نقصان
اٹھائیگا اور گھاٹے مین رہیگا البتہ علم کو ترجیح دی ہے اور بتایا ہے ومن یوت
الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ط یعنے جو شخص حکمت اور فہم اور ادراک اور
علم دیا گیا وہ ضرور بڑی دولت دیا گیا۔ یہی ورثۃ الانبیاء والاولیاء ہے

جو شخص اس دولت کے حصول سے منہہ موڑتا ہے وہ گویا اپنے نفس کو خسران مین ڈالتا ہی
مومن کو چاہیئے کہ اس دولت کے حاصل کرنیکے لیئے بڑا حریص ہو اور خوشی سے
اس دولت کو قبول کرے۔

ہر شخص اختیار نہیں رکھتا کہ وہ دولت روپیہ پیسہ کما سکے یہ اللہ تعالےٰ کا
فضل ہی جسکو دے بہتیرے لوگ رات دن اسی فکر مین ہین ہزار کوششیں کرتے ہین اور
طرح طرح کے وسائل تلاش کرتے ہین مگر دولت پیدا نہیں کر سکتے اور برخلاف اسکے
بہتیرے ایسے ہین جنکو آسانی سے اسباب میسّر آجاتے ہین اور وہ دولت مند ہو جاتے
ہین دولت کے ساتھ اگر انسان احکام الٰہی کی پابندی نہین کرتا تو یا تو وہ بخیل ہو جائیگا
اور فقر کی حالت مین رہیگا یا فحشات مین یعنی زنا شراب اور دیگر کئی قسم کی بدیون
مین مبتلا ہو جائیگا اور۔ اگر دولت نہیں رکھتا تو تنگی کیحالت مین گزران کریگا۔ غرض
شیطان کی پیروی سے ہر حالت مین نقصان رہیگا۔ برخلاف اس کے جو شخص صاحب
علم ہوگا وہ ضرور ان طریقوں کو اختیار کریگا جو اسکے خالق اور مالک نے اس کی بہبودی
کے لیئے مقرر فرمائے ہین۔ اگر دولت رکھتا ہی تو اپنے لیئے اور اہل و عیال کے لیئے
خرچ کریگا اور خوشی کی حالت مین رہے گا۔ سامان آسایش مہیا کریگا اور محتاجون کو
دیگا اور انکی دعائیں لیگا اور دیگر مناسب موقعوں پر صرف کرنے سے ثواب حاصل
کریگا غرض دین دنیا مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے مغفرت اور فضل حاصل کریگا اور
خوش و خرم اور فایز المرام ہوگا۔ اور اگر دولت نہین رکھتا تو چونکہ اللہ تعالےٰ
کا وعدہ ہی کہ وہ متقی کی ہر مشکل حل کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ
اس کے وہم و گمان مین بھی نہ ہو لہذا وہ کبھی تنگدست محتاج اور فقیر نہین ہوگا۔
اس حالت مین بھی اسکی مغفرت اور فضل اسکے شامل حال رہینگے۔

مینے بیان کیا ہے کہ ہر شخص قدرت نہین رکھتا کہ دولت کما سکے مگر علم اور

حکمت وہ چیز ہے کہ ہر فرد بشر خواہ کسی حالت مین ہو اس سے حصہ لے سکتا ہے
اور جبکہ یہ ثابت ہے کہ ہر حالت مین انسان اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ تو
اسے اولاً اسی کے حصول کی سعی کرنی چاہیئے احکام الٰہی کے ماتحت انسان
دولت سے بھی فائدہ اٹھا سکتا ہو مگر اول تو اسکا حاصل کرنا ہر شخص کے اختیار
مین نہین اور دویم ترجیح علم کو ہے پس انسان کو اولاً دولت کا حریص نہیں ہونا
چاہیئے علم مقدم ہے اور علم کیساتھ عمل کا مفہوم لازم ہے پس جب اللہ کریم کا
وعدہ ہے کہ متقی کبھی تنگ نہین رہتا اور وہ اسکے لیئے آسانی اور خوشی کی راہین کھول
دیتا ہے تو لاجرم یہی ضروری ٹھہرتا ہے کہ علم حاصل کیا جائے آپ شاید یہ خیال کرینگے
کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کا یہ وعدہ متقی کیساتھ ہے عالم کے ساتھ نہیں مگر غور کرنے
سے معلوم ہوگا کہ متقی کیساتھ علم کا ہونا مخفی طور پر شامل ہے متقی وہی ہو سکتا ہے
جسکو یہ علم ہو کہ اتقا کیا ہے اور اسکے حصول کی کونسی راہ ہے جسقدر کوئی عالم
ہوگا اسی قدر وہ متقی ہو سکتا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہے۔ کہ
عالم لوگ ہی اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہین۔ ع ہر کہ عالم تر است ترسان تر
مین نے عالم کے ساتھ متقی ہو سکتا ہے کہا ہے کیونکہ علم کے ساتھ عمل کا ہونا
ضروری ہے یہ ہو سکتا ہو کہ انسان علم رکھتا ہو اور اس پر عامل نہ ہو اسی واسطے
مین نے بیشتر عرض کیا ہے کہ میرے مضمون مین علم کے مفہوم مین عمل شامل ہو
کیونکہ عمل کے بغیر علم بیکار ہے اور کوئی سود نہین رکھتا یہ بالکل بدیہی بات ہے
اور اس پر تشریح کی ضرورت نہین محض علم کا ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے جب
تک اس پر عمل نہ ہو بلکہ عالم کے لیئے اگر اس پر وہ عمل نہین کرتا تو دوسرا عذاب
دنیا اور آخرت کا ہے وہ شخص جو علم نہین رکھتا اور جہالت سے ایک فعل بد کا مرتکب
ہوتا ہے وہ ایک حد تک معذور ہے اور قابل معافی مگر جو شخص بدی کا علم رکھتا ہو

اور پھر اسپر اصرار کرتا ہو وہ زیادہ سزا کے لایق ہے میرے خیال مین فی زمانہ جو مسلمان ایک ادبار کی حالت مین پڑے ہوئے ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ دیگر قومون پر تو ایک پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ کتاب اللہ اور اس کے رسول صلعم کو منجانب اللہ نہین مانتے اسلیئے اگر وہ اس احکام کی پابندی نہین کرتے تو وہ کسی حد تک معذور ہین (مین کلی حالت کو لیتا ہون اور خواص کو اس سے مستثنا سمجھتا ہون) مگر مسلمان جو قرآن شریف کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت مانتے ہین اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین وہ اگر ان کے حکمون پر نہ چلین تو زیادہ عتاب کے لایق ہین وہ جانتے ہین کہ نماز مقررہ اور دیگر احکام ہمپر فرض ہین مگر ان کو بجا نہین لاتے وہ جانتے ہین کہ زنا شراب اور دیگر فسق و فجور کی باتیں حرام ہین مگر پھر ان کے مرتکب ہوتے ہین گویا وہ علم رکھتے ہین اور پھر جان بوجھکر اسکے خلاف کرتے ہین پس وہ ضرور زیادہ عذاب کے لایق ہین دیگر قومیں تو ہماری کتاب اور ہمارے پیغمبر کو مانتی ہی نہین مگر یہ مانتے ہین اور پھر خلاف ورزی کرتے ہین یہی وجہ ہے کہ یہ ان قومون سے بھی بدتر ہو گئے ہین۔

علم کا ہونا لاریب جواب دہ قرار دیتا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ انسان یہ خیال کرکے کہ نہ علم ہوگا اور نہ وہ ذمہ وار ٹھیرایا جائیگا حصول علم سے پرہیز کرے کیونکہ اس سے بھی گناہ لازم آتا ہے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین حضرت رسول اللہ صلعم کو یہ دعا سکھائی رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اے میرے رب میرا علم زیادہ کر اور قرآن شریف کو جو سراسر حکمت ہے پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ حدیث شریف مین آیا ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ علم کی طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ

ولو کان فی العین علم حاصل کرو خواہ ملک چین مین ہو مگر جیسا دولت کے واسطے ضروری ہو کہ وہ اپنے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے مناسب طریقوں سے خرچ کیجائے ایساہی علم کیواسطے بہی ضروری ہے کہ اسکو اپنے لیئے اور دیگر اہل دنیا کے لیئے خرچ کیا جائے ہر دو مین اپنا اور بنی نوع کا فائدہ مدنظر ہونا چاہیئے اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو علم بیفائدہ سیکھتے ہین ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعوذ باللہ من علم لا ینفع مین اللہ تعالیٰ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے جو شخص اپنے وجود کے علاوہ دوسرے کے لئے نافع نہیں لوگوں کے لئے اسکا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور وہ کبھی اسکا ذکر نیکی سے نہیں کرتے برخلاف اسکے جو نافع الناس ہوتے ہیں انکا نام زندہ رہتا ہے انکی تعلیم سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہین اور ثواب حاصل کرتے ہین اور جن کے طفیل انکو تعلیم حق ملتی ہے اسکو نیکی سے یاد کرتے ہین اس پر درود اور سلام بھیجتے ہیں اور اسکے لیئے دعائیں کرتے ہیں اور چونکہ وہ اس کے طفیل اسکی تعلیم حقہ پر چل کر اللہ تعالےٰ سے فیض اور برکت حاصل کرتے ہیں اسلیئے وہ زندہ ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ بہی فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو مردہ مت کہو یہی فلاسفی اور یہی حقیقت اس امر کی ہے دین اسلام زندہ دین ہے اور پیغمبر اسلام زندہ پیغمبر ہے کیونکہ اسکی تعلیم سے انسان اللہ تعالےٰ سے فیض و برکت حاصل کرسکتا ہے اور اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے نجات کا درجہ یعنی حقیقی راحت اور خوشی پا سکتا ہے یہ فضیلت اب دیگر مذاہب مین نہیں اسلیئے وہ مردہ ہیں۔ غرض جیسا اپنی دولت سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچانا باعث ثواب ہے ایسا ہی علم کا سکھانا بہی بڑا درجہ رکھتا ہے چنانچہ حضور سرور کائنات علیہ الف الف الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں

اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلی بھی صلوٰت بھیجتے ہیں اس معلم پر جو لوگون کو بھلائی سکھلانیوالا ہے (ترمذی و دارمی) اس میں شک نہیں کہ دولت سے بھی انسان کو راحت ملتی ہے اور اس سے انسان بہت فائدہ حاصل کرسکتا ہے مگر یہ دولت اس علم کے ماتحت ہے جسکا مین نے ذکر کیا ہے جیسا کہ مین نے پیشتر عرض کیا ہے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ وہ متقی کو ہر مشکل سے نجات دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے بہم پہنچا دیتا ہے کہ اس کے وہم وگمان مین بھی نہیں تھا اب دیکھو کہ وہ اوائل اسلام مین جنہون نے اس علم کو محکم پکڑا انکو اللہ کریم نے انجام کار سب مشکلوں سے نجات دیدی اور جس دولت کو پس پشت ڈالکر انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا ساتھ دیا وہ آخر غلاموں کی طرح ان کے ساتھ ہولی انہوں نے ایمان مین صدق اور اخلاص دکھایا۔ تو اللہ نے انکو دنیوی حیثیت سے بھی اعلےٰ رتبہ پر پہنچا دیا اور انکو دولت سے مالا مال کردیا۔ اسکے بعد بھی ہزارہا اولیاء کرام کا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ ایمان مقدم ہے اور علم اور عمل مقدم ہے اور اسکے ساتھ ہی دنیا مین یعنے مال اور دولت خود بخود ان کے قدموں پر نثار ہوتی ہین اس زمانہ مین بھی نعوذ باللہ اسلام مر نہیں گیا اور اسکا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم زندہ پیغمبر ہے جو برکات دینی اور دنیوی پیشتر مل سکتے تھے اب بھی ملتے ہیں اسلام کی دنیا دین سے الگ نہیں مسلمان دینی اور دنیوی ہر دو پہلوؤن سے بامراد ہوتا ہے مگر علم چاہیئے اور پھر عمل علم حقیقی نہ قیاسی اور ظاہری عمل خالصاً للہ اور صحت نیت سے نہ کسی نفسانیت سے صحیح نتیجہ اور نیک نتیجہ پیدا کرنیکے لیئے عمل خالص کی ضرورت ہے ہر عمل شرایط کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر خاص شرایط ملحوظ خاطر نہ رکھی جائیں تو جو نتیجہ مدنظر ہے وہ پیدا نہین ہو سکتا۔ دنیا اور آخرت مین سرخروئی حاصل کرنیکے لئے علم حقیقی یعنے ایمان صحیح اور

عمل صالحہ کی ضرورت ہے اگر شرایط مذکورہ بجا نہ لائی جائیں تو جو بو کر گندم کی امید رکھنا ہے جو بدیہہ باطل ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ توفیق الٰہی کے بغیر انسان ناکارہ ہے۔ حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عَمِلتُ فِي المُجَاهِدَةِ ثَلٰثِيْنَ سَنَةً فَمَا وَجَدتُ شَيْئًا اَشَقّ عَلَيَّ مِنَ العِلْمِ وَمُتَابِعَتِهِ میں نے ۳۰ سال مجاہدہ کیا مگر کسی چیز کو عمل حاصل کرنے سے سخت تر نہیں پایا عالم باعمل ہونا بڑا مشکل امر ہے مگر اللہ تعالے جس کیواسطے آسان کرے پس مجاہدہ کے ساتھ اسی سے دعا مانگنی چاہیئے کہ وہ توفیق دے؛

عام اصطلاح میں جو معنے علم اور دولت کے کیے جاتے ہیں ان کے لحاظ سے علم اور دولت لازم و ملزوم نظر آتے ہیں جو شخص دولت رکھتا ہے۔ وہی اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتا ہے بی۔ اے ایم۔ اے ہو سکتا ہے اور ای اے سی اور دیگر عہدے حاصل کرسکتا ہے اور جو علم رکھتا ہے وہی دنیا میں اعلیٰ مرتبہ پاسکتا ہے البتہ بعض حالتیں تجارت وغیرہ کی ایسی بھی ہیں کہ انسان انکے ذریعہ دولت مند ہو سکتا ہے مثلاً فی زمانہ اس ملک میں بنئے کی حالت کو دیکھو وہ علم نہیں رکھتا یعنے وہ علم جو ہمارے ذہن میں علم کا مفہوم ہے مگر روپیہ کمانیکا علم اسے خوب یاد ہے اور وہ ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع کرتا ہے جائداد بناتا ہے مگر سوائے اسکے کہ وہ عالیشان مکانات بنواوے اور شادی اور مرگ کے موقعوں پر ہزار ہا روپیہ خرچ کرے اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا اپنی ذات کے لیئے اسے کچھ فائدہ نہیں اور جو اللہ تعالےٰ نے فقر کیحالت آیات مذکورہ میں بیان فرمائی ہے وہ اس کے لاحق حال ہے اگر فرض بھی کرلیں کہ وہ بگھی گھوڑے رکھتا ہے اور رکھاتا پینا اچھا ہے اور پہنتا بھی عمدہ لباس ہے مگر اسے علم حاصل نہیں اور کئی طرح سے محتاج ہے وہ ان آسائشوں اور خوشیوں سے محروم ہے جو ایک عالم شخص کو

حاصل ہیں ایک عالم شخص بڑے وسیع خیالات رکھتا ہے اور زمین و آسمان کے عجائبات کی طرف غور کرتا ہے ان سے ہزارہا طرح کے نتائج اخذ کرتا ہے اور اپنی معلومات سے خود مسرور ہوتا ہے اور لوگوں کو اس خوشی مین شریک کرتا ہے دولت بھی ایک ذریعہ راحت ہے مگر اسکا دائرہ بہت محدود ہے مثلاً یہ علم کے کرشمے ہین کہ کہیں ریل ہے اور کہیں جہاز ہے تار برقی اور ہزارہا طرح کی کپڑا سینے کی اور بُننے کی کلیں ایجاد ہوگئی ہیں جس سے آسائش کے سامان زیادہ ہوگئے ہین اور وہ ان سے ہر ایک راحت حاصل کرتا ہے مگر اس علم کو عمل مین لانے کے لیئے بھی دولت کی ضرورت ہے ان کلوں کے بنانے اور چلانے مین ہزارہا روپیہ کی ضرورت ہے اگر ایک شخص کو کسی قانونِ قدرت کا پتا ملگیا ہے جو بیشتر لوگونکی نظروں سے مخفی تھا مگر وہ اسکو عمل مین نہیں لاسکتا جب تک اسکے پاس دولت نہ ہو پس اسے کسقدر تکلیف ہوگی وہ کوئی وسیلہ تلاش کریگا جس سے اسکو روپیہ میسّر آئے تا وہ اس علم مخفی کو ظاہر عمل کے رنگ مین کر سکے چنانچہ تاریخ مین اکثر مثالیں ملتی ہین کہ ایک شخص کو بعض مخفی ذرائع سے ایک علم حاصل ہوگیا مگر اسکے پاس روپیہ نہین کہ اسکو عمل مین لاسکے اور ظاہر کر سکے اسلیئے وہ جگہ جگہ اہلِ دولت اور گورنمنٹ سے درخواستیں کرتا پھرتا ہے کہ مجھے روپیہ دو تو مین یہ کام اپنے علم کے ذریعہ سے کرکے دکھا دونگا اور جب تک اسے روپیہ نہیں ملتا۔ وہ مجبور ہے اپنے آپ مین رنج اور تکلیف اُٹھاتا ہے اگر اس کے پاس اپنی دولت ہوتی تو وہ اسقدر حیرانی اور پریشانی نہ اُٹھاتا غرض اسی مفہوم کو وسیع کرکے دیکھو دولت اور علم ہر دو ضروری معلوم ہوتے ہین ہم اس مضمون کو طول دے سکتے ہین اور بیشمار مثالوں سے اسکی حقیقت کو زیادہ واضح طور پر کھول سکتے ہین مگر وقت کے لحاظ اور اس لحاظ سے کہ اہل مجلس اکثر ذی علم اصحاب ہین اسی قدر کافی ہے دولت کے کرشمے علم سے ظاہر ہوتے ہین اور علم کے دولت سے

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو کچھ نہ کچھ حصہ علم اور دولت کا نہ رکھتا ہو علم خواہ کتابی ہو یا قدرتی کیونکہ اول ذریعہ علم اللہ تعالیٰ کی کائنات ہے اور اس کے بعد کتاب اللہ بعض لوگ عقل خداداد سے ایک علم اسکی قدرت سے حاصل کرتے اور اسکو تحریر میں چھوڑ جاتے ہیں دوسرے جن کی عقل خود بخود وہ باتیں اخذ نہیں کرسکتی کتاب سے جلدی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اسپر ترقی کرتے ہیں اور اس طرح ایک علم نسل سے دوسری نسل تک ترقی کرتا جاتا ہے مگر ہمارا دولت اور علم سے معمولی دولت اور علم مراد نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا علم اور دولت مُراد ہے جس کی وجہ سے ایک شخص دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ محض کثرت علم اور دولت کا ہونا کچھ فائدہ نہیں دیتا اور یہ کہ یہ دونو لازم و ملزوم ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ الگ الگ یا دونوں کے حصول سے انسان کو خوشی نہیں مل سکتی غور کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ خواہ کوئی دولت کے پیچھے پڑا ہوا ہے یا علم کے پیچھے یا ہر دو کے پیچھے غرض اسکی آرام اور دولت ہے مگر ہمارا تجربہ اس امر پر شاہد ہے کہ دنیاوی علم اور دولت پر بلکہ دولت کیساتھ اگر حکومت بھی ہو حقیقی راحت نصیب نہیں ہو سکتی بسا اوقات علم اور دولت والے حقیقی خوشی سے محروم ہوتے ہیں - اور بادشاہ کو تخت حکومت پر بھی وہ راحت نصیب نہیں ہوتی جو ایک مزدور کو اپنی جھونپڑی میں ہوتی ہے حقیقی راحت علم اور دولت پر منحصر نہیں دنیا کی خوشی عارضی ہوتی ہے اور آن میں صدہا رنج اور تفکرات سے بدل جاتی ہے۔ پس ایسی خوشی کے درپے ہونا ایک لغو اور فضول کو حاصل کرنا ہے جس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ بسا اوقات یہ خوشی انجام کار ہمارے دُکھ کا باعث ہوتی ہے پس عقلمند انسان وہ ہے جو اس خوشی کو تلاش کرے جو دائمی ہو یہ خیال نہیں

کرنا چاہیئے کہ ایسی خوشی دنیا سے ناپید ہے یہ خیال ذات رب العالمین پر بدگمانی ہے
اور معصیت مین داخل ہی وہ رب اور رحمان ہی ناممکن ہے کہ اس نے ایسی خوشی کے
سامان مہیا نہ کئے ہون ضرور کئے ہین چنانچہ اسی آیت مین جو مین نے شروع مین
پڑھی ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ حکمت یعنی علم اور دانائی انسان کے واسطے دولت
عظیم ہے مگر دنیاوی حکمت نہیں بلکہ وہ حکمت جو حقیقی طور پر اس کے لئے مفید ہے اور
وہ وہ ہے جو اس نے اپنی پاک کتاب مین فرمائی ہی اور یہ سچی اور بالکل سچی بات ہے۔
کہ اسی کتاب پاک کی ہدایت سے حقیقی خوشی مل سکتی ہے مثالیں دینے کی ضرورت نہیں
آپ خدا کے فضل سے خواندہ ہین اور تاریخ عالم سے واقف ہیں دنیا مین ہزار ہا مثالیں
گزر چکی ہیں اور اب بھی موجود ہیں جس سے اس بات کا کافی طور پر ثبوت ملتا ہے کہ جو
لوگ دنیاوی طور پر دنیا کمانے کے پیچھے پڑے ہیں اور یا جنہوں نے محض اپنے قیاس
کو اپنا ہادی اور رہنما بنایا وہ حقیقی راحت نہیں پاسکے۔ برخلاف اس کے جنہوں نے
اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑا۔ وہ حقیقی راحت کے وارث ہوئے اور کامیاب ہوگئے دنیا مین عالم
اور دولتمند ہو کر بھی انسان راحت حاصل نہیں کرسکتا ہزار طرح کے عوارض ہیں
جن کے لاحق ہونے سے اسکی خوشی منغض ہوجاتی ہے بلکہ خود حرص و آز ہی ایک ایسی
بلا ہے کہ انسان کو کوئی وقت خوشی کا گزارنے نہیں دیتی مگر علم معرفت الٰہی یا وہ حکمت
جسکا اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے ایسی چیز ہے کہ ہر حالت عسر و یسر مین
اسکو راحت دیتی ہے یہ خوشی علم دنیا یا دولت یا صحت پر منحصر نہیں بلکہ یہ خوشی اسکو
اپنے معبود کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے اور اسی سے لذت باقی ہے اور اس کو
دنیاوی جہالت افلاس یا بیماری روک نہیں سکتی اللہ تعالےٰ قرآن شریف مین فرماتا
ہی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنے دلونکو ذکر الٰہی سے ہی اطمینان ملسکتا ہی
اولوالالباب کا اس پر اتفاق ہی ان کے تجربوں کی کوئی تردید نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ

اس پر گواہ ہے کہ ذکر الٰہی سے ہی اطمینان ۔حقیقی راحت ملتی ہے پس اگر ہم حقیقی راحت
چاہتے ہیں تو ہمیں ذکر الٰہی کرنا چاہیئے نادان ہے وہ شخص جو خود تجربہ کئے بغیر انبیاء
اور اولیاء اللہ کی تجارب کی تکذیب کرتا ہے انکی کامیابیان اس بات کی دلیل ہیں
کہ انہیں راحت ملی اور اطمینانِ قلب حاصل ہوا ہمیں چاہیئے کہ ذکر الٰہی کریں ذکر الٰہی کیا ہو
ہدایت الٰہی پر کاربند ہونا اور ہدایت وہ ہے کہ جو اُسکی کتاب پاک مین مذکور ہو یعنی یہ کہ
عبادت الٰہی بجا لائیں جس طرح اسنے سکھائی دولت کمائیں ان حلال وسائل سے جو اس
نے بتلائے اور خرچ کیا اس طرح پر اور ان موقعوں پر جو اس نے بیان کئے علم سیکھیں
دینی اور دنیوی سب مشینیں بنائیں کلیں ایجاد کریں اور بنی نوع انسان کو ان سے
فائدہ پہنچائیں مگر ہر فعل میں رضائے الٰہی مدنظر ہو کھائیں پئیں پہنیں تو حلال اور طیب
اشیائیں مجلسیں کرین کتابیں بنائیں پڑہین لکھیں مگر سب مین لغویات سے بچیں اور
انکو مفید بنانے کی کوشش کریں دنیا کی زبانیں سیکھیں سائنس اور فلسفہ مین علم حاصل
کرین مگر سب سے اللہ تعالےٰ کا جلال ظاہر کریں وہ علم اور دولت کس کام کی ہے جس سے
اللہ تعالےٰ کی راہیں نہ ملیں اگر ہم علم حاصل کرلیں تحصیلدار ای-اے-سی-
ڈپٹی کمشنر بنجائیں مگر ہم مسلمان نہ بنیں تو یہ عہدے کچھ فائدہ نہیں دے سکتے اگر ہم
دولت کمالیں اور لکھپتی ہوجائیں مگر مسلمان نہ ہوں تو کس کام ہر شخص فطرتاً خوشی
کا طالب ہے دنیا کی خوشی جھوٹی خوشی ہے حقیقی خوشی ذکر الٰہی سے ملتی ہے پس وہی
حاصل کرنی چاہیئے حقیقی خوشی ہماری اسی مین ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ اگر
اللہ تعالیٰ ہمارے خیالات اقوال اور افعال سے خوش نہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ہمارے
لیئے کوئی خوشی کا باعث نہین ہوسکتے یہ علم کہ وہ ہم سے کیسے خیالات اقوال اور افعال
چاہتا ہے اسکی کتاب ۔قرآن شریف مین درج ہین انکے لیئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نمونہ ہین اور ان کے بعد آپ کے صحابہ کرام (خلفائے راشدین) اور

آپ کے نائب امامان اُمت جن سے کسی وقت زمانہ خالی نہیں ہوتا؛

علم کی کوئی انتہا نہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے واسطے کہاں تک علم کی حد رکھی ہوئی ہے مگر یہ اس نے فرمادیا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا انسان کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے خواہ کسقدر علم حاصل کرے وہ تھوڑا ہی ہے جسقدر اسکی معلومات وسیع ہوتی جاتی ہیں۔ اسی قدر اسکو اپنی کمزوری زیادہ دکھائی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلما عالم لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں ؎ ہر کہ عالم تراست ترسان تر جسقدر کوئی عالم زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اسکے دل میں خوف الٰہی زیادہ ہوتا ہے پس جو لوگ علم کا غرور کرتے ہیں مگر خوف خدا نہیں رکھتے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالم نہیں بلکہ جاہل ہیں؛

غرض مدعا انسان کا جیسا کہ میں نے پیشتر عرض کیا ہے۔ یہ ہو کہ اسے راحت ملے اور وہ دُنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے مگر اسکے واسطے دولت کی ضرورت نہیں اور نہ جاہ وحشمت کی حاجت بلکہ علم کی ضرورت ہے اور اس علم کی ضرورت ہے جو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے من علم ان اللہ تعالیٰ ربہ و انی نبیہ حرم اللہ لحمہ ودمہ علی النار جبکو یہ علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسکا رب ہے اور میں اسکا نبی ہوں اللہ تعالےٰ نے اسکا گوشت اور لہو آگ پر حرام کر دیا اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہمیں یہ معرفت حاصل ہو جائے کیونکہ اسکی توفیق کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا ایاك نعبد و ایاك نستعین ہم خالصاً اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کے لئے توفیق بھی اسی سے چاہتے ہیں؛

قرآن شریف اور بائبل

گذشتہ سال میں پنجاب ریلیجنس بک سوسائٹی کی طرف سے ایک سالہ عیسائی مذہب کی حمایت کیلئے شائع ہوتا تھا جس کا نام تجلی تھا۔ اور اس سے ہمارے ناظرین خوب واقفیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ بعض موقعوں پر اس کے مضامین کے جواب میں سالہ تشحیذ الاذہان میں لاجواب آرٹیکل شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس پرچہ کے ساتھ ہی اسکا ایک اور بھائی مسیحی مخزن کا نام لیئے ہوئے لاہور سے ہی نکلا کرتا تھا۔ سال رواں میں یہ دونوں رسالے اکٹھے کیئے گئے ہیں۔ اور انکا نام مسیحی مخزن ہے۔ اس رسالہ کا مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کا پرچہ میرے سامنے ہے۔ جس میں چراغدین کے ہیڈنگ کے ماتحت ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جسکی سرخی یہ ہے۔ "بائبل شریف۔ فیها كتب قيمه" مجھے یہ سرخی پڑھتے ہی تعجب ہوا۔ کہ یہ کیسی لغو سرخی ہے۔ سرخی کا طرز اس بات کا مظہر ہے۔ کہ یہ مضمون مسلمانوں کے دل دکھانیکے لیئے لکھا گیا ہے۔ کیا عبرانی وغیرہ دبائبل کی اصل زبان ہیں۔ اب ایسے لفظ موجود نہیں رہے۔ جنسے بائبل کی تعریف کیجا سکے۔ جسکی وجہ سے پادری الف۔ میم۔ کو عربی زبان سے فائدہ اٹھانیکے لیئے قرآن شریف کے مطالعہ کی ضرورت پڑی۔ کیا پادری صاحب قسمیہ طور پر بیان فرما سکتے ہیں۔ کہ بائبل فیها كتب قيمه کی مصداق ہے۔ کیا اس میں ایک بھی کتاب قیمہ ہے۔ جسکے متعلق تمام عیسائی صاحبان یہ فرماسکیں۔ کہ واقعی یہ کتاب تحریف شدہ نہیں۔ اور جیسی اتری تھی۔ ویسی کی ویسی ہے۔ ہاں اس دعوے کے ساتھ دلیل دیتے وقت اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ تمام لوگ تثلیث فی التوحید اور توحید

فی التثلیث کو عقل کے مطابق نہیں سمجھتے۔ اس لیئے دلائل عقل کے مطابق ہونے چاہئیں یعنی یہ بیان کیا جاوے۔ کہ کیا خدائے تعالیٰ (۵۱) نے مسیح علیہ السلام کی وفات کے مفصل ذکر کو حضرت مسیح پر ماضی کے رنگ میں ظاہر فرمایا تھا۔ یا پادری صاحبان کے بزرگوں میں سے کسی صاحب کی مہربانی سے یہ قصے بائبل میں داخل ہو گئے۔

تثلیث و توحید کا مسئلہ کی تاریخ بھی بتائیں۔ کہ کب سے مسیحی مذہب کے ساتھ یہ مسئلہ وابستہ ہوا۔ اور کیا عیسائیوں کے ایک بڑے مشہور مورخ سر جارج ڈبلیو کاکس ایم۔ اے کا یہ بیان صحیح ہے کہ شہر نیقیہ میں مسیحی دنیا کی اس پہلی عام کونسل نے اجلاس کیا جس میں مذہب کیتھولک مسئلہ تثلیث و توحید سے وابستہ کیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۱ حروب صلیبیہ ترجمہ "ایپکس آف ماڈرن ہسٹری" کی جلد ۱ کروسیڈس)

الغرض پادری صاحب اپنے دعوے کی تصدیق میں بائبل کو فیہا کتب قیمہ ثابت کریں۔ ورنہ آئندہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں۔ جن سے کئی کروڑ مخلوق کے دل دکھنے کا احتمال ہو۔

اسقدر سرخی کے متعلق عرض کرنیکے بعد میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں اس مضمون کے پہلے حصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کی تقسیم کیا ہے۔ اور اسکے لیئے مسلمانوں کے اقوال کا حوالہ دیا ہے۔ اسکے دوسرے

---

(۵۱) یہ بھی بتایا جاوے۔ کہ اُتارنیوالا باپ خدا تھا۔ بیٹا خدا یا روح القدس خدا۔ مجھے تو شک پڑتا ہے۔ کہ کہیں تین خداؤں کے مشورہ سے یہ کتاب تیار ہو کر دنیا میں نہ آئی ہو۔

(۵۲) شاباش پادری صاحب انجیل کی اصل اتباع آپ لوگ ہی کرتے ہیں۔ کیا خوب انجیل کے کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری اسکے سامنے کر دو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور آپ خواہ نخواہ لوگوں کو ستائیں۔ نہ معلوم جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو آپ کس طرح سے بدلہ لیں۔ کیا انجیل کا یہی نمونہ آپ پیش کرتے ہیں۔

حصہ میں قرآن کریم کی آیات طیبات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ اسلیئے ہم پیشتر اسکے کہ ان آیات پر نظر ڈالیں۔ یہ بیان کردینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم نے جو کتب سابقہ کی تصدیق کی ہے۔ اس تصدیق سے کیا مراد ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ کتب سابقہ میں چونکہ تحریف ہو چکی تھی۔ اور بہت کچھ ان کتب کے پیرووں نے ان میں شامل کر دیا تھا۔ اور کچھ حصہ اصل بھی باقی تھا اسلیئے قرآن کریم نے اس اصل حصہ کو اخذ کر کے بتا دیا۔ کہ یہ حصہ صحیح ہے۔ اور جو حصہ تحریف کرنیوالوں نے شامل کیا تھا۔ اسے چھوڑ دیا۔ جس سے ظاہر کر دیا کہ یہ حصہ غلط ہے۔ غرض تصدیق کے معنے ہیں سچے کو سچا کر دکھانا یعنی اگر کچھ سچ جھوٹ ملا ہوا ہو تو اس میں سے سچے اور جھوٹے کو الگ کر کے دکھلانے کا نام تصدیق کرنا ہوگا۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ قرآن کریم اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ بائبل اُتری ہے۔ اس بات کی تصدیق کیلیئے ہمیں اس امر کی ہرگز ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم یہ بھی معلوم کریں۔ کہ اگر بائبل اُتری ہے۔ تو وہ کہاں ہے۔ کیونکہ یہ بائبل کے متبعین کا کام ہے۔ کہ اسکو محفوظ رکھیں۔ نہ قرآن کریم کا۔ مثال کے طور پر اگر میں کہدوں کہ دنیا میں مسیح تھا تو مجھے یہ ضرورت نہیں ہے۔ کہ میں اصل مسیح کو دکھا دوں۔ جسکی میں نے تصدیق کی ہے۔ بلکہ میرے لیئے صرف اتنا ثابت کرنا ہی کافی ہے۔ کہ میں دلائل سے ثابت کردوں

---

[1] مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں۔ کہ کتاب مقدس نے پیشگوئی کی کہ ایک رسول ہوگا۔ قرآن کریم اور رسول کریم نے اسے سچا کر دکھایا۔ پھر پہلی کتابوں نے بیان کیا۔ کہ جو کوئی تکلیف دے۔ اسکے بدلے اسکو اتنی ہی تکلیف دو۔ پھر اسکو بیان کر کے فرمایا۔ کہ اسی طرح اسلام میں بھی اجازت ہے۔ ہاں اگر معاف کر دو۔ تو بہت بہتر ہے پھر تثلیث کی تردید کر کے بتا دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بس تصدیق سے یہی مراد ہے۔

کہ مسیح علیہ السلام کسی زمانہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ کوئی عقلمند انسان .... میری تصدیق کیلئے مجھے مسیح دکھانے کیلئے مجبور نہیں کرسکتا۔ اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ توریت وانجیل اتری ہے۔ اب اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ ہم بتائیں۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ بلکہ ہمارا فرض تو ثابت کرنا ہے۔ کہ آیا یہ کتابیں اتری بھی ہیں۔ چونکہ آپ پہلے سے ہی اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اس لیئے اس امر کے دلائل بیان کرنیکی بھی مجھے ضرورت نہیں رہی۔ اسقدر تصدیق کے معنوں پر بحث کرنیکے بعد ہم پادری صاحب کے اصل مضمون پر نظر ڈالتے ہیں۔ پادری صاحب اس آیت کریمہ (وَقَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ اٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ..... وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ) پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسیح کے بعد چھ سات سو برس بیتیں اور انجیل اور انجیل والوں پر بہت سے حوادث آئے اور سب لوگ شک کرنے لگے کہ انجیل کا کیا حال ہوا ہے۔ پس ان شکی لوگوں کے لیئے حضرت محمد (صلعم) تشریف لائے انہوں نے اطمینان دلایا۔ کہ توریت بھی حق ہے۔ اور انجیل بھی .... پھر انجیل کی صداقت پر بھی ایک شاہد موجود ہے۔ یعنی محمد اور قرآن۔ یہ کیسا سیاہ جھوٹ ہے جسکی کوئی حد نہیں ہے۔ کیا پادری صاحب یقین دلا سکتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم نے کبھی بھی یہ فرمایا ہے۔ کہ انجیل موجودہ حالت میں بالکل برحق ہے۔ انہوں نے صرف یہ بیان فرمایا تھا۔ کہ انجیل و توریت خدائے تعالیٰ کی طرف سے

سلہ ترجمہ:۔ اور ہم نے انکے بعد ابن مریم کو بھیجا۔ تصدیق کرتا ہوا۔ اس چیز کی جو اسکے پہلے ہی۔ توریت سے اور ہم نے اسکو ہدایت دی۔ اس میں ہدایت اور نور ہے.... اور ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تصدیق کرنیوالی اس چیز کی جو کتاب سے پہلے ہے۔

اتری ہے۔ جسکی تصدیق کیلیئے ہم اب بھی تیار ہیں۔ لیکن نہ اُسوقت انجیل پر یہ ایمان لایا گیا تھا۔ کہ واقعی یہ وہی انجیل ہے۔ اور نہ اب ہم ماننے کیلیئے تیار ہیں۔ کیونکہ در اصل انجیل ملتی ہی نہیں کیونکہ بقول پادریصاحب چوتھی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ اسکے بعد جو انجیلیں تیار ہوئیں۔ انکو بخت نصر نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا کر راکھ کر دیا۔ اور جو پڑھنے والا تھا۔ انپر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ بخت نصر کے بعد جو نسخے بچ گئے تھے۔ انکو ڈائیو کلیسن کی دست بُرد سے کوئی بچا نہ سکا۔ الغرض کتاب مقدس دنیا میں موجود نہیں رہی۔ اور نہ مل سکتی ہے۔ قرآن کریم پر یہ ایک بیجا حملہ ہے۔ اب میں اسکو اسی جگہ چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ تصدیق کے معنے بھی بتا آیا ہوں۔

اسکے بعد پادریصاحب نے ایک اور آیت کریمہ وَالرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَکَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اللہ کی کتاب پر عابد اور عالم لوگ نگہبان بنے رہے۔ اور اسکی صداقت پر شاہد رہے حتّٰی کہ دور اسلام آیا اور وہ ایسی پاکی اور حفاظت میں ملیں کہ محمدؐ نے اور قرآن نے انکی صداقت کی گواہی دیتے دیتے اپنے مُنہ کو تھکا دیا۔ ناظرین اس بات سے خوب واقف ہیں۔ کہ عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبان کا یہ دتیرہ ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی ایک آیت کو پیش کرتے وقت اسکے سیاق و سباق کی بالکل پروا نہیں کرتے دیکھو اصل آیت یہ ہے۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدًی و نور۔ یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادو والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء۔ یعنی ہم نے توریت اُتاری اُس میں ہدایت اور نور ہے۔ اسکے ساتھ نبی ان لوگوں کو حکم کرتے تھے۔ جو فرمانبردار ہوئے۔ اور یہودیوں کو اور

ربانی اور عالموں کو کہ اسکی حفاظت کریں اور وہ انپر شاہد تھے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نبی۔ عالموں اور ربانیوں کو حکم دیا کرتے تھے۔ کہ وہ اسکی حفاظت کریں۔ اس میں یہ کہیں ذکر نہیں ہے۔ کہ وہ یعنی ربانی اور عالم حفاظت کرتے تھے یا نہیں۔ حکم کرنا اور امر ہے۔ اور اسکی اطاعت اور چیز ہے۔ کاش کہ پادری صاحب اپنے دجل سے باز آئیں۔

اس کے بعد پادری صاحب نے اس آیت پر یا اہل الکتاب لستم علیٰ شئی حتیٰ تقیم التوراۃ والانجیل (یعنی اے اہل کتاب تم کچھ نہیں ہو۔ جبتک کہ توریت اور انجیل کو قائم نہ کرو) اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اصل بائبل بتائی جاوے کہ وہ کہاں ہے۔ تاکہ اسکو قائم کیا جاوے۔ یہ ایک ایسا بیہودہ اعتراض ہے۔ کہ اگر پادری صاحب کو تثلیث اور کفارہ جیسے لغو عقیدہ پر اعتقاد نہ ہوتا۔ تو وہ ایسا کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے۔ ایک شخص تو کہتا ہے۔ کہ تم کچھ نہیں ہو جبتک تم مسیح کی اطاعت نہ کرو۔ اور تم کہدو۔ وہ مسیح تو دکھاؤ کہاں ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ مسیح کسی زمانہ میں ہوا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم دکھائیں۔ کہ اسوقت وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور انکی قبر محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ کیونکہ یہ ہمارا فرض نہیں ہے۔ کہ مسیح یا انکی قبر دکھائیں۔ بلکہ انکے متبعین کا فرض ہے۔ کہ تلاش کریں۔ اسی طرح ہمارا تو یہ دعویٰ ہے۔ کہ عیسائی کچھ نہیں ہیں۔ جبتک انجیل پہ عمل نہ کریں۔ اس سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ ہم اصل انجیل تلاش کر کے دکھائیں۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں۔ کہ تم جبتک انجیل پہ عمل نہ کرو کسی کام کے نہیں ہو۔ دراصل اس آیت شریف میں بائبل کے متبعین کو کہا گیا ہے۔ کہ تم جو بڑا بننے کا دعویٰ کرتے ہو۔ کہیں تو اپنے آپ کو ابن اللہ کہتے ہو۔ اور کبھی کچھ کہتے ہو تم کیا چیز ہو۔ توریت و انجیل جو تمھاری آسمانی کتاب ہے۔ تمھارے پاس محفوظ نہیں رہی۔ تم اسوقت

کسی کام کے قابل ہو سکتے ہو۔ کہ اس آسمانی کتاب کو قائم کرو۔ گویا کہ اہل کتاب پر پوری تبلیغ کر دی گئی ہے۔ کہ چونکہ تمھارے پاس آسمانی کتاب نہیں اس لیئے تم قرآن شریف کی طرف رجوع کرو۔

مضمون مذکورہ میں پادری صاحب نے اسلام پر چند اعتراض کیئے ہیں۔ کیونکہ اس سے پادری صاحب کا منشا احقاق حق نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کا دل دُکھانا ہے۔ جیسا کہ پادریصاحبان کا اصول ہے۔ کیونکہ یہ انکی انجیل کا قصور ہے۔ کہ اسنے انکو ایسی تعلیم دی کہ وہ اسپر عمل نہیں کر سکتے۔ مثلاً یہ بتایا۔ کہ جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری گال اسکے آگے کر دو۔ یہ تعلیم بادی النظر میں بہت عمدہ ہے۔ اور عملی رنگ میں بہت ناقص ہے۔ ہمیں تو قرآن کریم نے سکھایا ہے۔ کہ اگر مناسب سمجھو بدلہ لے لو اگر مناسب سمجھو معاف کردو۔ اسواسطے ہم تو پادریصاحبان سے بدلہ لینے کے حقدار ہیں۔ ہاں پادری صاحب کا فرض ہے۔ اگر وہ انجیل پر عمل کرتے ہیں۔ تو وہ اسلام پر کبھی قلم نہ اٹھائیں۔ ورنہ انجیل کی اطاعت سے سبکدوشی ظاہر فرمائیں۔

اب میں ان تمام اعتراضات کا بالتفصیل جواب دیتا ہوں۔ جو پادریصاحب نے مسلمانوں کا دل دکھانیکے لیئے کیئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کسی مسلمان کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہ قرآن شریف لوح محفوظ پر کندہ ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ مذہب اسلام کفارہ اور تثلیث کی طرح اپنے اندر خامی نہیں رکھتا۔ بلکہ اگر کوئی مسئلہ اس قسم کا قرآن کریم میں آیا ہے۔ جسکو انسانی عقل نہ پہنچ سکے۔ اسکی مثال دیکر سمجھا دیا گیا ہے مثلاً خدائے تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ قرآن کریم کے ہم محافظ و نگہبان ہیں۔ ایک انسان اعتراض کر سکتا تھا۔ کہ کسطرح محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس لیئے فرمایا۔ کہ دیکھو جس تحریر کو تم محفوظ کرنا چاہتے ہو۔

تو تم اسے مختلف اشیاء کی تختیوں پر کندہ کر لیتے ہو۔ اسی طرح تم یہ سمجھ لو کہ گویا ہم نے قرآن کریم کو لوح پر محفوظ کر لیا ہے۔ اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ کسی جسمانی لوح پر کندہ ہے۔ بلکہ دنیاوی لوگوں کو مثال کے طور پر سمجھایا گیا جیسا کہ جنت کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون حالانکہ در اصل جنت ایسی نہیں ہے جیسا کہ بیان کی گئی۔ بلکہ وہ مثال کے طور پر صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ تا کہ تم سمجھ لو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح بے باپ صرف مریم بتول سے پیدا ہوئے۔ پادری صاحب یاد رکھیں کہ قرآن شریف ہر ایک امر کی دلیل دیتا ہے۔ اور کوئی بات بلا دلیل بیان نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے۔ جسطرح ایک آدمی کھاتا پیتا ہے۔ اسی طرح وہ کھاتا پیتا تھا۔ اور ایک عاجز انسان کی طرح تھا۔ جبکہ یہودیوں نے انکو سولی پر چڑھا کر ثابت کر دیا۔ کہ واقعی وہ ایک عاجز انسان تھا۔ اور خدا یا خدا کا بیٹا نہ تھا۔ ہاں اگر تم یہ کہو۔ کہ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ بلا باپ پیدا ہوا ہے۔ تو تم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر غور کر لو۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر غور کرکے معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ بلا ماں باپ پیدا ہوئے تھے۔ تو جب خدائے تعالیٰ بلا ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔ تو کیا بغیر باپ کے پیدا نہیں کر سکتا۔ غرض یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جسپر کوئی اعتراض کیا جاوے۔

پھر پادری صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ کسی کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم لیلۃ القدر میں اترا ہے۔ غالباً پادری صاحب نے اس آیت کے یہ معنے

سمجھکر اعتراض کیا ہے۔ کہ قرآن کریم یکدفعہ سارے کا سارا لیلۃ القدر میں اُترا ہی۔ دراصل اسکے یہ معنے نہیں ہیں۔ بلکہ اسکے یہ معنے ہیں۔ کہ لیلۃ القدر میں قرآن شریف اُترنا شروع ہوا۔ یا اللہ تعالیٰ نے اُترنیکا حکم دیا۔ ان معنوں سے اسپر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔

پھر پادریصاحب نے یؤمنون بالغیب پر چوٹ کی ہے۔ حالانکہ وہ جانتے نہیں کہ ایمان بالغیب ہی تو اچھا ہوتا ہے۔ سورج کو دیکھکر اگر کوئی مان لے کہ سورج ہے۔ تو کیا فائدہ۔ خوبی تو یہی ہے کہ بن دیکھے ایمان لائے یعنی مان لے کہ ہاں واقعی ہے۔ تعجب ہے کہ پادریصاحبان قرآن کریم پر ایسا اعتراض کیوں کرتے ہیں جو خود انپر پڑتا ہے۔ کیا پادری صاحب نے باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ روح القدس خدا تینوں کے مجمع کو یا انمیں سے ہر ایک کو یا کسی ایک کو دیکھا ہے۔ کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ غرض پادری صاحب کا یہ بیہودہ اعتراض ہے جسکے متعلق طول طویل لکھنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر پادری صاحب نے قرآن کریم کے محفوظ رہنے کے متعلق اعتراض کیا ہے جسکے متعلق میں صرف انکو ریویو آف ریلیجنز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ فاضل ایڈیٹر صاحب نے قرآن کریم کے محفوظ رہنے پر سنہ ۱۹۰۷ء کے متعدد پرچوں میں بحث کی ہے۔ ایک طالب حق انسان اس سے اچھی طرح فائدہ اُٹھا سکتا ہے:

. . . . اگر ضرورت پڑی۔ تو پھر کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ عرض کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پادری صاحب نے اپنے مضمون کے آخر میں یہ فقرہ لکھا ہے۔ کہ "امید ہے۔ کہ مسلمان ٹھنڈے دل سے سمجھتا جاتا ہوگا۔ کہ بائبل کیسی کتاب ہے۔" اسکے جواب میں

میں پادری صاحب کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ واقعی ہم مسلمان ایمان لاتے ہیں۔ کہ در اصل بائبل خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُتری ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی ہم اس بات کے ماننے پر مجبور ہیں۔ کہ اب وہ اس عالم میں نہیں مل سکتی۔ نہ معلوم اسکو کسنے جلادیا یا کس نے زمین کے نیچے دبا دیا۔ یہ ہم بلا دلیل نہیں کہتے۔ بلکہ مندرجہ ذیل امور ہمیں اس عقیدہ پر مجبور کرتے ہیں۔ کہ اصلی انجیل نہیں مل سکتی:۔

(۱) انجیل کہتی ہے۔ کہ (۱+۱+۱=۱) یعنی ۳ چیزیں برابر ہیں ایک چیز کے یہ ایک ایسا عقیدہ ہے۔ جس کو ایک جاہل سے جاہل بھی نہیں مان سکتا تو پھر ایک ایسا انسان جسکو خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو چکی ہو۔ اور جو اسکا سچا فرمانبردار ہو کر مسلمان کا لقب حاصل کر چکا ہو۔ وہ کب اس گندے اور بیہودہ عقیدہ کو تسلیم کر سکتا ہے۔ غرض یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسکو انسان نہیں مان سکتا۔ نہ معلوم عیسائیوں کی اس پہلی کمیٹی کے (جو شہر نیقیہ میں ہوئی۔ اور جس نے تثلیث و توحید کا رواج دیا) ممبر کیسے بے عقل اور جاہل تھے۔ کہ انہوں نے ایسا بیہودہ عقیدہ مذہب میں شامل کر دیا۔

(۲) انجیل کہتی ہے۔ کہ کفارہ پر ایمان لاؤ یہ عجیب بات ہے۔ کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کوئی بھگتے۔ ہم نے کبھی نہیں سنا۔ کہ ٹام زنا کرے اور جان کو آتشک کا مرض لاحق ہو جاوے۔ یا گورنمنٹ کسی گنہگار کو چھوڑ کر کسی اور کو سزا دیدے۔ ہاں جہاں اندھیر نگری ہو وہاں کوئی تعجب نہیں۔ کہ رعیت کے گناہ کے بدلہ راجا کو پھانسی دیجاوے مجھے ایک قصہ یاد آگیا ہے۔ کہ ایک گرو اور ایک چیلا کہیں جا رہے تھے راستہ میں انکو ایک ایسی بستی میں سے گذرنا پڑا۔ جو اندھیر نگری کہلاتی تھی۔ اور جسکے راجہ نے حکم دیدیا تھا۔ کہ ہر ایک چیز ایک پیسہ کی ایک سیر و بیچا وے۔ جب چیلے نے اس بات کو سنا تو فوراً گورو کے پاس جاکر درخواست کی کہ یہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ کیونکہ

یہاں ہر ایک چیز پیسہ کی سیر ملتی ہے۔ ہم ایک پیسہ میں اسیر ہو جایا کرینگے۔ گورو نے بہت سمجھایا کہ یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ پر چیلے نے بہت اصرار کیا۔ جسپر گورو صاحب نے بھی مناسب سمجھا کہ کچھ وقت وہاں ٹھہرے رہیں۔ چنانچہ وہ عمدہ عمدہ چیزیں کھاتے رہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کا ایک ہی نرخ تھا۔ اگر مٹی پیسہ کی سیر تھی تو سونا بھی ایک پیسہ کا سیر ہی تھا۔ ایک دن کسی شخص نے راجہ کے حضور درخواست پیش کی۔ کہ فلاں شخص کی دیوار گر گئی ہے جس سے فلاں آدمی مر گیا۔ راجہ صاحب نے مالک مکان کو بلا کر پھانسی دینے کا حکم دیا۔ اسنے کہا کہ حضور میرا کیا قصور معمار کی غلطی ہے۔ کہ اسنے ناقص کیوں بنائی۔ جسپر معمار بلایا گیا اور اسکو پھانسی کا حکم دیا گیا۔ اسنے کہا میرا کیا قصور ہے۔ مزدور کا قصور ہے۔ جس نے مصالحہ اچھی طرح تیار نہیں کیا۔ اسنے کہا میرا کیا قصور ہے۔ میں مصالحہ تیار کر رہا تھا۔ کہ ایک عورت گذری میری اسپر نظر جا پڑی اسلیئے اچھی طرح نہیں بنا سکا۔ وہ بلائی گئی۔ تو اسنے کہا میرا کیا قصور ہے۔ درزی نے اچھی طرح خوبصورت کپڑے بنا کر دیئے تھے۔ الغرض کسی نہ کسی پر فرد جرم لگایا گیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ اسکو پھانسی دیجاوے۔ جسپر پھانسی لٹکائی گئی۔ لیکن جسکو پھانسی دینی تھی اسکی گردن پتلی تھی اسمیں پھنس نہ سکتی تھی۔ اسلیئے راجہ صاحب نے حکم دیا کہ کسی موٹے آدمی کو شہر میں سے تلاش کرکے پھانسی دیدو۔ اب تو چیلہ صاحب پھنس گئے جو اچھی طرح عمدہ خوراک کھا کھا کر موٹے ہو چکے تھے۔ چیلہ صاحب نے گورو سے ملنے کی التجا کی جسپر انکو اجازت دیگئی۔ تو گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ تمنے میرا کہا نہیں مانا تھا۔ اب اسکی سزا بھگتنی چاہیئے۔ تاہم چلو کچھ انتظام کرتے ہیں۔ الغرض دونوں چل پڑے اور پھانسی کے مقام پر دونوں پہنچکر آپسمیں لڑ پڑے۔ اور ہر ایک انمیں سے کہتا تھا۔ کہ مجھے پھانسی دیجاوے۔ راجہ یہ بات معلوم کرکے حیران ہوئے۔ کہ ہر ایک انمیں سے یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ

پھانسی دیا جاوے۔ بالآخر راجہ صاحب نے وجہ دریافت کی تو گورو نے کہا۔ کہ اصل
بات یہ ہے کہ جو آج پھانسی دیا جاویگا۔ وہ سرگ مین پہنچ جائیگا۔ بادشاہ آگے
بڑھا اور اسنے کہا مجھے پھانسی دیدو۔ چنانچہ پھانسی دیا گیا۔ اسی طرح مسیح بھی پھانسی
دیا گیا۔ کیونکہ اسکی اُمت نے گناہ کیئے تھے۔ غرض ہم ایسی کتاب کو کتاب اللہ نہیں
مان سکتے جو ہمیں یہ سکھائے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی سلطنت اندھیر نگری کی طرح ہی۔
(۳) انجیل کہتی ہے۔ کہ جب کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری
اسکے آگے کردو۔ یہ تعلیم دیکھنے میں بہت عمدہ ہے۔ لیکن عمل کے قابل نہیں۔
اسکی مثال تو بالفاظ دیگر وہی ہے۔ کہ ہاتھی کے کھانیکے دانت اور اور دکھانیکے اور
بات تب ہے۔ کہ کوئی پادری صاحب کی گال پر تھپڑ مارے۔ اور پھر پادری صاحب
خاموش رہیں۔ مَیں تو اس آزمایش کیلیئے یہی دیکھونگا۔ کہ آیا وہ بنی آدم کا دل
دُکھانیسے باز آکر انجیل کی اتباع کا جوا اپنے سر سے اُتار کر دکھائیں گے۔ یا انجیل
کی اطاعت کے لیئے آئندہ مسلمانوں کا دل دُکھانیسے دستکش ہونگے۔
(۴) چوتھی بات یہ ہے۔ کہ انجیل کا خدا کیسا خدا ہے۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے
ہیں۔ تو ہم معلوم کرتے ہیں۔ کہ وہ معمولی انسان کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔
کیونکہ معمولی انسانی لوازم کے علاوہ وہ عورتوں سے خاص محبت رکھتا تھا۔
خصوصاً ایسی عورتوں سے جو کنواری ہوں۔ جس سے ہمیں اسکے چال چلن پر
اور بھی شک پڑتا ہے۔ خصوصاً اسلیئے کہ انکی شادی نہیں ہوئی ہوئی تھی۔ پھر وہ
ملعون تھا۔ جسکے معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دُور۔ تو ہم ایسے شخص کی فرمانبرداری
کیوں کریں۔ جو خدائے تعالیٰ سے دُور ہو۔
بالآخر میں پادری صاحب کو یہ یقین دلا کر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کہ
کوئی مسلمان ایسے بیہودہ عقائد پر ایمان نہیں لا سکتا۔ بشرطیکہ وہ مذہب کے

کچھ بھی واقفیت رکھتا ہو۔ ہاں میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اگر پادری صاحب تعصب کی عینک اُتار کر انصاف کے شفاف آئینے میں سے اسلام کی خوبیوں اور عیسائیوں کی بُرائیوں پر غور کرینگے۔ تو انکو مجبوراً اسلام کے متبعین میں سے ہونا پڑے گا۔

اسلام

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ؛ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہمنے
جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبر سے ہمیں ؛ ذات سے حق کے وجود اپنا ملایا ہم نے

گذشتہ پرچہ میں مختصر طور پر یہ ثابت کیا گیا تھا۔ کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسکی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اب ہم اسلام کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اسلام کے معنے لفظ اسلام کے معنے ہیں فرمانبرداری کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیئے اپنے منہ کو سونپ دیا۔ اس حالت میں کہ وہ مومن ہے۔ پس اسکے لیئے اجر ہے۔ اسکے ربّ کے پاس اور انپر کوئی خوف نہیں ہے۔ اور انکو کوئی حزن نہ ہوگا۔ غرض پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اسلام کہتے ہیں۔

پھر اسلام کے معنے بیع سلم کے ہیں۔ یعنی فصل کے پیدا ہونیسے پہلے روپیہ دیدینا۔ کہ فصل کے تیار ہونے پر اتنا غلہ دیدینا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے انکی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ خرید لیا ہے۔

پھر اسلام کے لُغوی معنے ہیں کہ کسی کے سپرد اپنا کام کیا جاوے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ یعنی کہدے کہ میری نماز میری قربانی میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے لیئے ہے جو رب العالمین ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں اور مَیں اسی کے ساتھ حکم دیا گیا ہوں اور مَیں پہلا مسلمان ہوں۔

پھر اسلام کے معنے ہیں صلح کرنا اور خصومت کو رفع کرنا۔ یہ تو اسلام کے لغوی معنے ہوئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ رسول کریم صلعم نے جبرئیلؑ کے جواب میں فرمایا ہے۔ الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ۔ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا۔ یعنی اسلام یہ ہے۔ کہ ایک انسان گواہی دے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ نماز قائم کرے۔ اور زکوٰۃ دیوے اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے۔ اور یہ کہ بیت اللہ کا حج کرے۔ اگر طاقت رکھتا ہو راستہ کی"۔ یہاں تک مختصر طور پر ہم نے یہ بتایا ہے۔ کہ اسلام کے کیا معنے ہیں اسکے بعد مختصر طور پر انشاء اللہ تعالیٰ یہ بتایا جائیگا۔ کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کونسا پسندیدہ مذہب ہے۔ اور یہ کہ اسلام کب سے دنیا میں آیا ہے۔

خدائے تعالیٰ کس مذہب کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اور جو ہم سب کا پیدا کرنیوالا ہے اور جس کی طرف ہم سب جانیکے لیئے

تیار ہوئے ہیں۔ فرماتا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ یعنی جو کوئی دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی تابعداری کریگا۔ تو اس سے ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جاویگا۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ اور وہ آخرۃ میں گھاٹا اُٹھانیوالوں میں سے ہوگا۔

غرض قرآن کریم سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو دین اسلام ہی پسند ہے۔ اور اسکے سوا کوئی مذہب پسندیدہ نہیں ہے۔ رہا یہ کہ خدائے تعالیٰ اسلام کو کیوں پسند کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ خود فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج کے دن ہمنے تمھارے لیئے تمھارے دین کو کامل کردیا۔ اور اپنی نعمتوں کو تمپر پورا کردیا۔ اور تمھارے لیئے اسلام کو پسند کیا۔ کہ وہ تمھارا دین ہے۔ دنیا میں کوئی دین موجود نہیں ہے۔ جسکی آسمانی کتاب میں یہ ذکر ہو۔ کہ انکا دین مکمل کیا گیا ہے یہ فخر اسلام اور اسکی پاک کتاب قرآن کریم کو ہی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ یہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ بلکہ قرآن کریم کوئی بات نہیں کہتا۔ جبتک کہ اسکے دلائل نہ ہوں۔ دیکھو شریعت اسلام نے بیان فرمایا ہے۔ کہ بنی آدم کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے تعلقات ہونے چاہییں۔ یا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی کسطرح عبادت کرنی چاہیئے پھر فرمایا۔ کہ مخلوق سے تمھارے تعلقات کیسے چاہییں۔ پھر یہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک قسم کے انسان کے متعلق علیحدہ علیحدہ طور پر بیان فرمایا کہ تم انسے کسطرح سلوک کرو۔ مثلاً ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں سے کیسے تعلقات چاہییں۔ پھر اس میں بتایا ہے۔ کہ انسان کو کس کس کے ساتھ نکاح کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا۔ بیوی خاوند کے کیسے تعلقات ہونے چاہییں۔ پھر یہ فرمایا۔ کہ تمھارے دوستوں سے کیسے

تعلقات چاہییں۔ پھر اسجگہ دو قسم کے دوستوں کو الگ الگ رنگ میں پیش کیا ہے۔ ایک وہ جو ہم مذہب ہوں اور ایک وہ جو دوسرے مذاہب کے ہوں۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر فقیر کچھ مانگنے کو آئے۔ تو اسکے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ اپنے افسروں سے کیسے تعلقات چاہییں۔ اور ماتحتوں سے کیسے پھر اسی میں بادشاہ اور رعیت کے تعلقات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ پھر یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ جنگ کے وقت دشمنوں سے کسطرح پیش آنا چاہیئے۔

الغرض شریعت اسلام نے انسان کی ہر ایک قسم کی ضرورتوں کے متعلق مفصل قواعد بتائے ہیں۔ مثلاً یہ بھی بتایا ہے۔ کہ کوئی کام کرو۔ تو کس نیت سے روٹی کھاؤ اور پانی پیو۔ مگر کس غرض کے لیئے نہ اپنی جانوں کے لیئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیئے۔ پھر یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ کپڑے پہنو تو کس لیئے۔ پھر بھی نہیں۔ بلکہ یہ بھی فرمایا۔ کہ آئندہ مسلمانوں کو کس حالت میں رہنا چاہیئے۔ کسطرح انہیں خدائے تعالیٰ کے خلیفے آتے رہیں گے۔ جو اس بات کو ظاہر کرینگے۔ کہ اسلام کی فرمانبرداری سے ہر وقت خدائے تعالیٰ ملتا رہتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کسطرح انکی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ یہ فخر اسلام کو ہی ہے۔ کہ اسلام ہر طرح مکمل و اتم مذہب ہے اور یہی ایک مذہب ہے۔ جو آج اپنے پیرووں کو خدائے تعالیٰ تک پہنچا دیتا۔ اسلام کے سوا نہ کسی اور مذہب کا یہ دعویٰ ہے۔ اور نہ اسکا ثبوت ہے۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ؎ کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ؎ یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ؎ نور ہی نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

اسلام سب سے پہلا مذہب ہے

اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ صرف تیرہ سو سال سے یہ مذہب دنیا میں آیا ہے۔ اور ایسا اعتراض کرنیوالے اصحاب یہ بھی کہتے ہیں کہ سچے مذہب کی ایک یہ بھی نشانی ہے۔ کہ وہ قدیم سے ہو۔ اس لیئے میں اختصار کے طور اس امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دراصل اسلام ہی سب سے پرانا مذہب ہے۔ سب سے پہلا مذہب جو دنیا میں آیا۔ وہ اسلام ہی ہے۔ آریہ سکہتے ہیں کہ سب سے پہلا مذہب آریہ ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ اگر رشی صاحبان خدائے تعالیٰ کی پورے طور پر فرمانبرداری کرتے تھے۔ تو وہ بھی مسلمان تھے۔ کیونکہ مسلمان کے معنے ہیں سچا فرمانبردار۔ اگر رشیوں نے خدائے تعالیٰ کی سچی اطاعت نہیں کی۔ تو انہوں نے اپنے فرائض کو ادا نہیں کیا۔ الغرض جب سے انسانی نسل پیدا ہوئی۔ اسوقت سے ہی اسلام دنیا میں موجود ہے۔ قرآن شریف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ۔ اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پھر دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں۔ توفنی مسلماً۔ مجھے مسلمان کرکے مار یو۔ پھر دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہیں۔ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ تم نہ مرو مگر اس حالت میں کہ مسلمان ہو۔ پھر رسول کریم صلعم فرماتے ہیں۔ جو کوئی دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ مسلمان کی فطرت لیکر آتا ہے۔ الغرض دنیا میں سب سے پہلے اسلام ہی آیا ہے۔ اور اسلام ہی قدیم مذہب ہے۔ لیکن جب جب اسکے پیروؤں نے اپنی طرف سے اختراعی مسئلے شامل کیئے۔ تب تب اسلام از سر نو دنیا میں قائم ہوتا رہا۔ اور وہ لوگ جو پہلے مسلمان کہلاتے تھے۔ کسی اور نام کو لیئے ہوئے اپنے آپکو اسلام سے الگ کرتے رہے۔ جیساکہ آریہ مت یہودی و عیسائی مذہب وغیرہ۔ بالآخر خدائے تعالیٰ نے اسی اسلام کی تکمیل کرکے رسول کریم صلعم پر آخری کتاب

اُتار کر اسکی حفاظت کو اپنے ذمہ لے لیا۔ اور شریعت اسلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیئے ہمیشہ کیلیئے قابل اطاعت رکھا۔ پھر قرآن شریف ہمیں نصیحت کرتا ہے فبھدیٰھم اقتدہ۔ یعنی جو بزرگ گذرے۔ انکی راہ کی پیروی کرو اسطرح پر دنیا میں جو سب سے پہلے آدم خدائے تعالیٰ کا پیارا بندہ گذرا ہے۔ اسکی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ جسکے صاف معنے یہی ہیں۔ کہ وہ بھی مسلمان تھے۔ الغرض اسلام ہی سب سے پہلا مذہب ہے۔ اور ہم خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ ہم ایسے پاک مذہب کے پیرو ہیں۔ جو ہر طرح مکمل ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

(جائنٹ ایڈیٹر)

ایڈیٹر صاحب کا دورہ
اور تبلیغ اسلام

میرے مخدوم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو جسقدر اشاعت اسلام کا شوق ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کی نظم میں سے چند شعر یہاں درج کرتا ہوں۔ جنسے آپکے بڑھے ہوئے اشتیاق کا پتہ اچھی طرح لگ جاتا ہے۔ جو سالانہ جلسہ پر پڑھے گئے تھے۔ اور وہ شعر یہ ہیں۔

مدت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں ❊ رنج و محن کے قبضہ میں آیا ہوا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ ❊ کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں

پھر کیوں نہ مجھکو مذہب اسلام کا ہو فکر ؛ جب جان و دل سے معتقد میرزا ہوں میں
شیطان سے جنگ کرنے میں ان تک لڑاؤنگا جاں (انشاء اللہ تعالیٰ) ؛ یہ عہد ذات باری سے اب کر چکا ہوں میں

اشعار مندرجہ بالا ایک عقلمند انسان کے دل کو ہلا دیتے ہیں۔ اور ایک عقلمند انکو پڑھکر فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ یہ کیسے پُر درد دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں۔ آپ کو ماشاء اللہ بچپن ہی سے اشاعت اسلام کا شوق ہے خصوصاً حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد تو آپ کی طبیعت میں خاص طور پر تبلیغ کا ایک خاص جوش موجزن ہوا ہے۔ اور آپ مختلف مقامات میں تبلیغ اسلام کے لیئے لیکچر دیتے ہیں۔ اور جہاں کہیں آپکو باہر کسی شہر میں جانیکا اتفاق ہوتا ہے۔ فوراً لیکچر دیتے ہیں۔ آپ کا سب سے پہلا سفر جو اس غرض کیلیئے ہوا۔ ببگووال کی طرف تھا۔ جہاں آپ باجازت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیحؓ شادی کے موقعہ پر گئے تھے۔ اور آپنے وہاں پہنچکر خلق اللہ کو اپنے لیکچر سے فائدہ اُٹھانیکا موقعہ دیا۔

پھر سالانہ جلسہ کے کچھ دن پہلے جبکہ ایک طرف انجمن تشحیذ الاذہان کی اہم ذمہ واریاں اور دوسری طرف صدر انجمن احمدیہ کی ضروریات قادیان میں رہنے پر آپکو مجبور کرتی تھیں۔ حسب الحکم حضرت امیر المومنین آپکو انجمن احمدیہ کاٹھ گڈھ ضلع ہوشیارپور کے جلسہ پر جانا پڑا۔

پھر آپنے تشحیذ الاذہان کے سالانہ جلسہ پر ایک بڑا مبسوط لیکچر دیا۔ جو اس سال کے اسی سال کے پہلے پرچہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اسکے بعد مارچ کے آخری عشرہ میں نوجوان احمدی طلباء لاہور نے اپنی انجمن "الاخوان" کے سالانہ جلسہ پر آپکو مدعو کیا۔ آپ باوجودیکہ سفر کے بالکل ناقابل تھے۔ کیونکہ آپ کو ایک بہت سخت چوٹ لگی تھی۔ اور اسی حالت میں کہ ڈاکٹر صاحبان بھی

آپکو باہر جانیکا مشورہ نہ دیتے تھے۔ باجازت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ؑ لاہور پہنچے۔ جب آپ جلسے کے دن مقام جلسہ پر پہنچے۔ تو آپکے سخت درد ہو رہی تھی۔ اور کھڑا ہونیکے قابل نہ تھے۔ پر بفضل ایزدی آپ جسوقت کھڑے ہوئے۔ فوراً درد رفو چکر ہوگیا۔ اور آپنے آرام کے ساتھ ایک اعلیٰ لیکچر دیا۔

اسکے بعد آپنے ایک لمبا دَورہ کیا جسمیں چار لیکچر دیئے۔ آپ مارچ کے خاتمہ پر قادیان دار الامان سے اپنی والدہ محترمہ حضرت اُمّ المومنین کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ چند روز کپورتھلہ میں ٹھیرے۔ چونکہ انجمن احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ بہ یادگار حضرت رسول کریم صلعم ۱۲۔ ربیع الاوّل مطابق ۵۔ اپریل کو ہونا تھا۔ اسلیئے آپ کپورتھلہ سے لاہور روانہ ہوئے۔ اور وہاں ۵۔ اپریل کو لیکچر دیا۔ اسجگہ سے فارغ ہو کر آپ دہلی میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ اور وہاں دہلی میں ۹۔ اپریل کو لیکچر دیا۔ پھر چونکہ ۱۱۔ اپریل کو انجمن احمدیہ قصور کا سالانہ جلسہ تھا۔ جس میں آپ کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس لیئے آپ قصور پہنچے۔ اور وہاں جلسہ میں ایک لیکچر دینے کے بعد جلسے سے فارغ ہو کر دوبارہ حضرت ام المومنین کی خدمت بابرکت میں دہلی میں جاکر حاضر ہو گئے۔ جہاں آپنے ۱۶۔ اپریل کو ایک عام لیکچر دیا۔ اور وہاں سے آپ دار الامان بہمہ خیریت مع حضرت ام المومنین اور خاندان رسالت واپس پہنچے اس آخری سفر کے مفصل حالات بدر میں شائع ہونگے۔ لیکن ایڈیٹر صاحب ممدوح نے آج ہی میری التجا پر اس بات کو منظور فرمایا ہے۔ کہ موخر الذکر تقریروں کو رسالہ میں شائع کیا جاوے۔ جسکے لیئے میں ناظرین کو مبارکباد دیتا ہوں۔

(جائنٹ ایڈیٹر)

سابقہ طلبائے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان دارالامان
کی خدمت میں

ضروری اطلاع

یہاں ایک مجمع قائم ہوا ہے۔ جس میں وہ لوگ شامل ہوئے ہیں جو پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں کسی زمانہ میں پڑھتے رہے ہیں جسکو انگریزی میں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کہتے ہیں۔ مگر اسکا نام عربی رکھا جاویگا۔ فی الحال اس کا نام مجمع الاحباب ہے۔

(۱) اسکی اغراض یہ ہیں۔

وہ طلباء جو مدرسہ میں وقتاً فوقتاً تعلیم پا چکے ہیں۔ وہ زمانہ تعلیم کے بعد مدرسہ کے فائدہ کے لئے کوئی کام کرسکیں۔ اور آپسمیں رشتہ اخوت و محبت پیدا کرسکیں۔

(ب) اسکے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح اور صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت سکول کی خدمت کرنی۔ (۲) سکول کیلئے فراہمی چندہ کی کوشش کرنی اور سکول کیلئے طلباء مہیا کرنیکی کوشش کرنی (۳) جو مدرس یا ہیڈ ماسٹر صاحب اچھی طرح خدمت کریں۔ انکی خدمت میں ایڈریس یا دعوت پیش کرنا۔

(ج) اسکے قواعد حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسکا ممبر ہر ایک وہ شخص ہو سکتا ہی۔ جو کسی زمانہ میں اس مدرسہ میں تعلیم پاتا رہا ہو (۲) سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحبان جو مستقل طور پر ہیڈ ماسٹر کا کام کرتے رہے ہوں۔ اسکو مربی سمجھے جائینگے

نوٹ۔ یہ قواعد و ضوابط وغیرہ عارضی ہیں۔ جبتک کہ مجمع کے اکثر ممبر جمع ہوکر اسکا فیصلہ نہ کریں۔

تمام سابقہ طلبائے تعلیم الاسلام کی خدمت میں باادب غرض ہی۔ کہ براہ مہربانی اپنا اپنا پتہ حافظ عبدالرحیم صاحب قادیان کے نام بھیجدیں۔ تاکہ مجمع باقاعدہ کیا جاوے۔ نیز یہ بھی لکھیں۔ کہ آپ قواعد مذکورہ سے کہاں تک اتفاق رکھتے ہیں۔

(سکرٹری)

٦٦٧ - میان عبدالواحد صاحب عہ

٦٦٨ - محمد عظیم صاحب عہ

٦٦٩ - چودھری الٰہ داد صاحب عہ

٦٧٠ - منصب علیشاہ صاحب عہ

٦٧١ - میان الٰہ دتا صاحب عہ

٦٧٢ - زین الدین محمد ابراہیم صاحب عہ

٦١٣ - خلیفہ محمد صادق صاحب عہ

٥٩٧ - محمد حسن صاحب عہ

ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب چندہ ممبری ۱۲ر

عبدالرحمٰن صاحب امرتسری ۱۲ر

بابو اقبال علی صاحب چندہ ممبری ۱ر

٣٩٣ - عبدالرحمٰن صاحب عہ

نوٹ :- کچھ رسیدین بابت صفر رہ گئی ہین۔ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ نمبر مین شایع ہوں گی

رسیدات زر بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

محمد اسمٰعیل صاحب نمبر ٥٨٤ قیمت رسالہ عہ

بابو نذیر الدین صاحب نمبر ٧٢١ " عہ

میان احمد دین صاحب " ٧٢٢ " عہ

میان کرم الٰہی صاحب " ٧٢٣ " عہ

حشمت اللہ صاحب چندہ ممبری عہ

مشتاق حسین صاحب نمبر ٥٦٢ قیمت رسالہ عہ

ماسٹر عبدالعزیز صاحب " ٥٩٠ " عہ

میان احمد دین صاحب زرگر قادیان چندہ ممبری ۲ر

عزیز الدین صاحب چندہ ممبری ۸ر

شیخ محمد اصغر صاحب چندہ ممبری ۸ر

مولوی غلام امام عزیز الواعظین } نمبر ٧٢٤ قیمت رسالہ عہ

عبدالنعیم صاحب نمبر ٥٨٥ قیمت رسالہ عہ

منشی گلاب الدین صاحب نمبر ١٣٢ " ۳ر

نادر علی صاحب نمبر ٥٢٦ " عہ

عبدالعزیز صاحب نمبر ٥٧٨ " عہ

عنایت علی خان صاحب نمبر ٥٧٣ " عہ

چودھری حکم دین صاحب نمبر ٧١٨ " عہ

مستری محمد شاہ صاحب نمبر ٧٣٠ " عہ

شیخ رحیم بخش صاحب ٧٣١ " عہ

بابو غلام دستگیر صاحب چندہ ممبری ۱ر

بابو فخرالدین صاحب نمبر ٧٣٤ قیمت رسالہ عہ

غلام حیدر صاحب نمبر ٧١٧ " عہ

منشی محمد عمر صاحب نمبر ٧١٦ " عہ

منشی غلام نبی صاحب نمبر ۸۰۵ قیمت رسالہ ۶؍

منشی اللہ دتا صاحب اعانت رسالہ ۳؍

ملک غلام محمد صاحب نمبر ۶۰۹ قیمت رسالہ ۶؍

جماعت شملہ اعانت رسالہ ۱۲؍

میاں محمد دین صاحب نمبر ۷۳۶ قیمت رسالہ ۶؍

حضرت خلیفۃ المسیح چندہ لائبریری ۷؍

منشی عبد الخالق صاحب چندہ ممبری ۶؍

قاضی عبد اللہ صاحب قادیان ۸؍

پیر منظور قیوم صاحب " " ۶؍

ماسٹر عبد العزیز صاحب " " ۳؍

مولوی عبد الصمد صاحب نمبر ۶۴۶ قیمت رسالہ ۶؍

عبد الستار شاہ صاحب نمبر ۷۴۳ " ۶؍

شیخ نور احمد صاحب نمبر ۳۲۲ قیمت رسالہ ۶؍

خواجہ کمال الدین صاحب نمبر ۳۱۴ " ۶؍

دلاور شاہ صاحب نمبر ۵۶۶ " ۶؍

میاں نبی بخش صاحب نمبر ۶۰۱ " ۶؍

منشی یوسف علی صاحب چندہ ممبری ۳؍

بابو عطا محمد صاحب نمبر ۷۴۰ قیمت رسالہ ۶؍

قدرت اللہ خان صاحب نمبر ۶۲۲ " ۶؍

بابو محمد رشید صاحب نمبر ۶۱۲ " ۶؍

عبد الکریم صاحب نمبر ۷۴۴ " ۶؍

مستری کریم بخش صاحب نمبر ۵۶۹ " ۶؍

منظور علی صاحب شاگر چندہ ممبری ۱۲؍

چودھری غلام احمد صاحب نمبر ۱۷ قیمت رسالہ ۶؍

غلام قادر صاحب لنگڑومہ اعانت رسالہ ۱۲؍

ایک غلطی کا ازالہ

گذشتہ نمبر کے صفحہ ۱۲۳ پر لکھا گیا تھا کہ "لائبریری فنڈ کا روپیہ قوم کے مقتدا اور پیشوا صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے نام آنا چاہیئے" اب عرض ہے (۱) کہ براۓ مہربانی ہر قسم کا روپیہ (جو انجمن کے متعلق ہو) محاسب صاحب انجمن تشحیذ الاذہان کے نام پر آنا چاہیئے کیونکہ انجمن کا یہی قاعدہ ہے (۲) کرر آنکہ حسب الحکم حضرت امیر المومنین فقرہ مذکور کو اسطرح پڑھنا چاہیئے صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (قوم کے مقتدا اور پیشوا ہیں)" خریدار صاحبان اپنے اپنے رسالوں کو درست کرلیں۔ (سکرٹری)